سے بڑھ کر لیا جاتا ہو وہاں زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے۔

منشی صاحب چاہتے ہیں کہ جواب میں تاریخی و سیاسی پہلو پر نظر رکھی جائے۔

# الجواب

**جواب امر اوّل۔** زکوٰۃ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس مال کا جو قدر نصاب کو پہنچ جائے صدقہ ہے جس سے مسلمانوں کا جو دعوے اسلام (اطاعت و استسلام) کرتے ہیں۔ اور منہ سے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ (یعنے میں خدا تعالےٰ پر ایمان لایا۔ اور اس کے سب احکام کو میں نے قبول کیا) کہتے ہیں۔ اس دعوے میں سچا ہونا ظاہر ہو۔

اس دعوے کے مطابق نماز پڑھنا۔ روزہ رکھنا۔ قرآن کی تلاوت و ذکر کرنا۔ تو آسان ہے ؎ اگر الحمد خواہی صد بخوانم ✤ مگر صرف ثواب آخرت کی امید پر مال خرچ کرنا جان دینے سے مشکل ہے ؎ گر جاں می طلبی درآں مضائقہ نیست ✤ گر زر مے طلبی سخن درین ست ✤ اسی وجہ سے ارشاد ہوا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنے تم ہرگز نیکی کو نہ پاؤ گے اور نیکو کار نہ کہلاؤ گے جب تک کہ پیارے مال سے خرچ نہ کرو گے۔ اس بیان حقیقت زکوٰۃ سے اُسکی فلاسفی بھی ظاہر ہو گئی۔ اور علاوہ برآں اسمیں یہ بھی حکمت و علت ہے کہ مسلمانوں کے اخوان دین جو محتاج ہیں اور وہ بلا معاونت دوسرے بھائیوں کے آسانی سے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ ان بھائیوں سے مدد پاویں اور ایک فریق دوسرے سے ہمدردی کرے۔ اسی نظر سے اس صدقہ کی نسبت ارشاد ہوا ہے توخذ من اغنیاءھم وترد علی فقراءھم۔ ترجمہ۔ زکوٰۃ مسلمان غنیوں سے لیجائے اور اُن کے فقیروں کو دیجائے۔ ان مقاصد کی تکمیل و تعمیل کے لئے یہ امر ضروری ہے۔ اور اُسکا بیان کر دینا واجب ہے۔ کہ مسلمان قدر واجب کو جو کمپلسری (لازمی) کہلاتا ہے ٹھیک حساب سے اپنے مصرف و محل پر صرف کریں۔ اور اگر وہ اپنی

خواہش کے مطابق جو چاہیں اور جس محل میں چاہیں اوپشنل (اختیاری) طور پر خیرات کرتے رہیں۔ (مثلاً بجائے ایک روپیہ واجبی زکوٰۃ کے ایک ہزار روپیہ کسی ٹاؤن ہال کی تعمیر پر خرچ کر دیں) تو وہ اس حکم کی تعمیل کرنے والے اور دعوئے اسلام میں سچے نکلیں گے۔ خواہ اس طور پر وہ تمام جسپر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو صرف کر دیں۔

ایسے لوگوں کی نظیر وہ شخص ہے جو اپنے علمی امتحان میں ایک لازمی مضمون کو چھوڑ دے۔ اور کسی اختیاری مضمون میں بہت سے نمبر حاصل کرے گا۔ وہ ایگزیمنر (ممتحن) سے امید رکھ سکتا ہے کہ وہ اُسکو پاس کر دے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

ہاں اگر کوئی تبتّل الے اللہ و مستغنےعمّاسوی اللہ جو کچھ ہاتھ میں آوے راہ مولےٰ میں صرف کرتا ہے۔ اور اس قدر مال جو وجوب زکوٰۃ کا سبب ہو جمع ہی ہونے دے جیسے حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک دفعہ اپنا سارا مال فی سبیل اللہ صرف کر دیا تھا یا حضرت ابوذر غفاری نے جن کا مال جمع رکھنے کی نسبت یہ خیال تھا ؎ گر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ کفن کو * تمام عمر کچھ بھی جمع نہ کیا تھا تو وہ اس الزام عدم ادائے زکوٰۃ کا مورد نہ ہوگا ؎ کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب *

**جواب امر دوم وسوم۔** بیان حقیقت زکوٰۃ سے یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ مصرف زکوٰۃ فقراء و مساکین ہیں۔ اور بیت المال صرف محصل و قاسم ہے۔ اِس امر کی مزید تشریح آیت ذیل میں ہوئی ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

**ترجمہ معہ تشریح۔** زکوٰۃ واجبہ کے مصرف بس یہی آٹھ اقسام ہیں۔ (۱) فقراء و مساکین (یہ دونو لفظ بعض کے نزدیک مترادف ہیں۔ بعض فقیر کو مسکین سے پست حالت قرار دیتے

ہیں۔ بہرحال یہ ایک قسم ہوا۔ (۲) اس زکوٰۃ کے کارکن محصل و قاسم (۳) وہ لوگ جو بظاہر مسلمان ہیں۔ مگر دل سے مذبذب ان کو اس لئے صدقات سے حصہ دیا جاتا ہے کہ وہ بحکم الانسان عبید الاحسان اسلام میں پختہ ہو جائیں۔ یہاں اس حکم زکوٰۃ کا ایک سیاسی سر و پولیٹیکل پہلو ظاہر ہوتا ہے۔ (۴) وہ لوگ جو کسی کے غلام ہوں اور وہ مالک کو مقرر مال دیکر اپنا آپ چھوڑانا۔ اور آزاد ہونا چاہتے ہوں۔ وہ مال زکوٰۃ سے لیکر اپنے آپ کو چھوڑائیں۔ (۵) وہ لوگ جو کسی کا مالی تاوان اپنے ذمہ لے چکے ہوں۔ مگر از خود ادا نکر سکتے ہوں (۶) مسلمانوں کو ناحق ستانے والوں اور اُن کے ملک یا مذہب میں بیجا دست اندازی کرنے والوں سے لڑنے اور ڈیفنڈ (مدافعت) کرنے والے جوانمرد غازی (یہاں سے ایک اور سیاسی و پولیٹیکل پہلو اس حکم کا معلوم ہوتا ہے) (۸) وہ مسافر جو اپنے گھر میں خواہ ہزاروں کا مالک ہو۔ مگر سفر کی حالت میں کچھ پاس نہ رکھتا ہو۔ اور نہ کسی سے کچھ قرض لے سکتا ہو یا وہ نقد تو پاس رکھتا ہو۔ مگر اس سے کچھ کھانے کو نہ پاتا۔ اور بہ زبان حال یہ کہتا ہو ؎ شلغم پختہ بہ زنقرۂ خام ✣ اور وہ اِس جگہ مال زکوٰۃ ہی کی روٹی یا شلجم پاتا ہو۔ یہ حکم مصارف زکوٰۃ خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جو حکم فرماتا ہے وہ دانائی اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالےٰ کو اپنا خدا مانتا۔ اور اُس کی کلام کو کلام خدا جانتا ہو وہ بے چون وچرا اس کے جملہ احکام کو مان لے۔ گو بعض احکام کے اسرار کو اپنی نارسائی فکر سے نہ پہنچے ؎ بدرد و صاف ترا نیست حکم دم درکش ✣ کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است ✣ اسلام و ایمان کی یہ شان نہیں ہے کہ جس حکم اسلام کی حکمت سمجھ میں نہ آئی اس سے کنارہ کشی اختیار کیجائی۔

ان اصناف ثمانیہ سے چونکہ اکثر قسم اوّل کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اِس لئے

حدیث منقولہ سابق توٴخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم میں صرف مساکین وفقراء کا ذکر ہوا ہے - اور باقی اصناف سے سکوت جس سے مقصود حصر نہیں صرف تمثیل ہے -

اس تشریح سے صاف اور صریح اجازت پائی جاتی ہے کہ جہاں بیت المال نہو وہاں ان مصارف زکوٰۃ سے جس مصرف پر مسلمان چاہیں زکوٰۃ صرف کریں - بلکہ بیت المال کے ہوتے بھی اگر وہ کسی مصرف مقرر میں زکوۃ خرچ کر دیں گے تو عنداللہ ماخوذ نہ ہونگے بلکہ ماجور ہونگے - اور گو وہ حاکم وقت کے محاسبہ واحتساب کے محل ہوں گے - مگر آخر حساب بتا دینے اور جواب کافی دیدینے سے وہ بری ہو جائینگے - اور جو شخص حساب وجواب میں پورا نہ نکلیگا وہی دار وگیر حکّام کا محل ہوگا - اسپر تاریخ اسلام شاہد ہے اور واقعات صدر اول ناطق -

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت خالد نے اپنے طور پر مال صرف کر دیا تھا - تو محصل کی شکایت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو معذور رکھا - اور بری کیا - اور کارکنوں کو کہا انکم تظلمون خالدًا یعنے تم خالد پر ظلم کرتے ہو -

(۲) ایک اور شخص نے ایک شب لاعلمی سے ایک چور کو صدقہ دیا - ایک اور شب میں زانیہ کو دیدیا - ایک اور رات غنی کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ بھی ماجور قرار دیا گیا -

(۳) بعض خواتین صحابہ (غالبًا زوجہ ابن مسعودؓ) نے اپنے شوہر اور اسکی اولاد کو مال زکوٰۃ دینا چاہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو جائز رکھا -

(۴) ایک شخص ابن جمیل نامی نے محصل زکوٰۃ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو ناشکر و مجرم قرار دیا -

(۵) بعض اقوام نے خلافت صدیقی میں خلیفہ وقت کو زکوٰۃ دینا چھوڑ دیا - تو خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے ان پر لشکر کشی کی - اور یہ بات فرمائی :-

| | |
|---|---|
| واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ- وقال واللہ لو منعونی عقالا او عناقا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتہم علی منعہا ++ | بخدا میں اس سے لڑونگا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کریگا - اور آپنے فرمایا بخدا اگر وہ مجھے ایک بکری یا بھیڑ کا بچہ یا ایک رسی دینی سے انکار کریں گے تو اُسپر بھی میں اُن سے لڑونگا - |

میں اسوقت سفر میں ہوں میرے پاس بجز قرآن مجید کوئی کتاب حدیث یا تواریخ نہیں اس لئے اصلی عبارات و روایات نقل نہیں کرسکا - اور نہ زیادہ بحث تاریخی کا پارٹ (حصہ) لیا -

**جواب امر چہارم** - بے شک زکوٰۃ اسلامی انکم ٹکس ہے اسی واسطے فقیروں مسکینوں سے نہیں لیا جاتا - مگر اس ٹکیس کے مصرف وہی آٹھ اصناف ہیں - جن کا سابقاً ذکر ہوا - لہذا غیر اسلامی حکومت کے وصول کردہ ٹکیس اس کے قایم مقام نہیں ہوسکتے - غیر اسلامی حکومت تو ایک طرف رہی - کوئی حاکم مسلمان اس ٹکیس کو وصول کرکے کسی اور مصرف میں بجز اصناف ثمانیہ صرف کرنا چاہے - مثلاً ٹون ہال میں لگادے یا میونسپل کمیٹی کی روشنی و صفائی میں صرف کردے - اور اس بات کے علم کے ساتھ اور اپنی رضا و اختیار سے زکوٰۃ دینے والوں نے زکوٰۃ دی ہو تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی - بلکہ اُن کے ذمہ رہے گی -

میں سر دست ان جوابات کو کافی سمجھتا ہوں - سائل کو ان جوابات میں کہیں جائے - سوال و کلام ہو تو وہ پیش کریں - دوبارہ قلم اٹھایا جائیگا - انشاء اللہ تعالیٰ *

## منشی منظور احمد صاحب اور عامہ ناظرین سے التماس

منشی صاحب اس باب میں آئندہ کچھ کہنا سننا چاہیں تو بلاواسطہ اخبار وطن

خاکسار سے خط و کتابت کریں۔

اِن سوالات کے جوابات کسی اور صاحب نے کسی اخبار میں شائع کئے ہوں تو وہ بھی خاکسار سے خط و کتابت کریں۔ اور دوسرے اصحاب مجھے ان جوابات سے اطلاع دیں۔

کوئی صاحب کسی اخبار میں میرے جوابات کے متعلق کچھ لکھیں یا لکھوائیں تو وہ پرچہ اخبار خاکسار کے پاس بھیجدیں۔ اور صاحبِ اخبار سے وعدہ لے لیں کہ وہ جواب الجواب کو جو میری طرف سے نکلے نیز اس اخبار میں شائع کردیں۔

یہ مضمون اخبار "وطن" میں بھیجا گیا تھا۔ اُس نے وعدہ اشاعت کے ساتھ کئی دن رکھ کر اُس کو واپس کردیا۔ اور اسلامی خیر خواہی اپنے فرض منصبی ہمعصری۔ ہم وطنی۔ کسی امر کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ (ابو سعید محمد حسین از چک نمبر ۱۲۳ ایر گوگیرہ برانچ۔ نہر چناب)

# گھڑیوں کی لاٹری کی نسبت سوال و جواب

یہ وہ لاٹری ہے جسکا ذکر سرورق کے صفحہ (ب) میں ہوا ہے۔ اس کی نسبت بعض علماء نے جو فتوے دیا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:۔

## حامِدًا وّمُصَلِّیًا

## الاِستِفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین کثرہم اللہ تعالےٰ اِس صورت میں کہ انگلستان کے چند تاجر بلکہ اپنی دُکان کی گھڑیاں اسطرح فروخت کرتے ہیں کہ جو شخص اُن کی گھڑی کا خریدار بننا چاہے اس کو اول اُن کی دُکان کا ایک ٹکٹ مبلغ تین روپیہ پر خریدنا پڑتا ہے۔ پھر وہ اس ٹکٹ پر اپنا نام و نشان لکھکر اُن تاجروں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اس پر وہ تاجر